قوانین نیب (دفعہ نمبر 01 تا 10) کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of NAB Laws (Sections 01 To 10) in The Light of Islamic Teachings

Muhammad Bilal
M Phil Scholar Subject Specialist,
Daanish School System & Center of Excellence, Muzaffargarh
Email: hafizbilal150@gmail.com
Saira Tariq
Visiting Lecturer, Department of Islamic Studies,
University of Agriculture Faisalabad, Faisalabad
Email: Sairatariq1813@gmail.com
Muhammad Shoaib (Corresponding Author)
Teaching Assistant, Islamic Studies
University Community College, Govt. Collage University, Faisalabad
Email: shoaibgcuf202@gmail.com

Abstract

Allah Almighty made Islam the religion of nature and the religion of humanity. It guides all aspects of life, whether they are political or scientific, social or community, economic or moral. Especially in the teachings of Islam, accountability and distinguishing between what is lawful and what is unlawful in one's actions are of fundamental importance. Therefore, in an Islamic society, no matter how powerful or weak a person is, he will definitely be held accountable for his actions. Islam, which is a complete code of life, has laid down a principle that everyone will be asked about their responsibilities. The more powerful a person is, the greater his sense of accountability for his responsibilities will be. As if accountability and giving an account of one's actions is the basic foundation of Islam. No one can deny the importance of accountability in any society because accountability fulfills the basic requirements of justice in society. Nevertheless, accountability can gain importance only when people from every section of society see its application. Pakistan is an Islamic country, which is why various institutions have been established in it at different times for accountability, one of which is NAB. This article examines Articles 1 to 10 related to the powers of intention in the light of Islamic teachings.

Keywords: NAB Laws, Sections 01 to 10, Accountbility, Islamic teachings

ادارہ نیب کا تعارف

معاشرے میں بدعنوانی اور کرپشن صدیوں سے عام ہے۔ اقرباپروری کا فروغ نو آبادیاتی نظام میں پروان چڑھا۔ اس نظام کے مقاصد کی حمایت کرنے والوں کو زمین، القابات اور ملازمتوں کے ایوارڈ کے ذریعے نوازا جاتا۔ بدعنوانی کے خاتمے کے لیے پہلی قانونی کوشش ۱۹۴۷ء کے ایکٹ کا نفاذ سے ہوئی۔ اس کے بعد بدعنوانی کی روک تھام کے لیے قانون سازی ہوتی رہی لیکن خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار "نیشنل اکاؤنٹ بیلیٹی آرڈیننس ۱۹۹۹ء" (این اے او ۱۹۹۹ء) کے ذریعے بدعنوانی کے فروغ کے سد باب کے لیے ایک جامع قانون سازی کی گئی۔

نیب کی تشکیل مندرجہ ذیل قواعد وضوابط پر مشتمل ہے:

- این اے او ۱۹۹۹ء
- نیب ملازمین کے لیے ملازمت کے اصول وضوابط (ٹی سی ایس) ۲۰۰۲ء
- تقرری اور قابلیت کا طریقہ کار (ایم اے کیوز) ۲۰۰۲ء
- معیاری آپریٹنگ طریقہ کار (ایس او پیز) ۲۰۱۵ء
- ملازمین کے لیے ضابطہ اخلاق

نیب کے تنظیمی ڈھانچہ کے لیے اگلے صفحہ پر ایک چارٹ دیا گیا ہے جس سے ادارہ نیب سے اچھی طرح واقفیت ہوتی ہے[1]۔ ذیل میں نیب کے قوانین کی 1 سے 10 تک کے دفعات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے

دفعہ نمبر 1: مختصر نام

آرڈیننس ہذا کو قومی احتساب آرڈیننس، 1999ء (No.XVIII of 1999) کہا جائے گا۔ (2017ء میں ترمیم کی گئی)

دفعہ نمبر 2: نفاذ: یہ آرڈیننس یکم جنوری 1985ء سے نافذ العمل ہو گا۔

دفعہ نمبر 3: دوسرے قوانین ختم کرنے کا آرڈیننس

اس آرڈیننس کی دفعات کا اطلاق دیگر قوانین کے ساتھ کچھ وقت کے لیے ہو گا۔

دفعہ نمبر 4: درخواست

اس آرڈیننس کی وسعت پورے پاکستان کے لیے ہے وفاق پاکستان [تمام پاکستانی شہری] وہ تمام لوگ جو پاکستان کی

خدمت میں ہیں یا جہاں بھی ہوں، شامل ہیں، وہ تمام قبائلی علاقے جو وفاق اور صوبے کے زیر انتظام ہیں شامل ہیں۔

مندرجہ بالا دفعات 1 تا 4 میں کوئی ایسی عبارت یا فقرہ ایسا نہیں جو وضاحت طلب ہو اور اسلامی تعلیمات کے خلاف بھی کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی، اس لیے تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

دفعہ نمبر 5: تعریفات

(a) ملزم:

ملزم میں وہ فرد شامل ہو گا جس کے بارے میں یقین کرنے کی مناسب بنیا دیں ہوں ، کہ وہ اس آرڈیننس کے تحت کسی بھی جرم (قابل سماعت) کمیشن میں شامل ہے یا اس میں شامل رہا ہے یا اس کی تفتیش (یا) تفتیش کا نشانہ ہے۔ قومی احتساب بیورو یا (اس آرڈیننس کے تحت قائم) قومی احتساب بیورو کا ذریعہ اختیار کردہ کوئی دوسری ایجنسی

(b) موزوں حکومت:

کا مطلب فیڈریشن کے امور کے سلسلے میں خدمات انجام دینے والے کسی بھی فرد کے تعلق سے ہے۔ بشمول کارپوریشن، باڈی مالیاتی ادارہ، بینک، اتھارٹی، انڈرٹیکنگ یا کسی اور تنظیم کے ذریعے ملازمت یافتہ کسی بھی شخص کو شامل ہے۔ جو وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا مقامی حکومت یا ان کے زیر انتظام کے متعلق ہے۔

(c) اثاثے:

اثاثوں کا مطلب ہے کسی بھی جائیداد کی ملکیت ملزم کی ملکیت خواہ براہ راست ہو یا بلاواسطہ، یا اپنے شریک حیات، رشتہ داروں، یا ساتھیوں کے نام پر بے نامی کا انعقاد کرے چاہے وہ پاکستان کے اندر ہو یا باہر جس کا وہ معقول حساب نہیں لے سکتا (کے لیے) یا جس کے لیے وہ پورے قانونی طریقہ سے ادائیگی ثابت نہیں کر سکتا۔

(d) ایسوسی ایٹس کا مطلب:

کوئی بھی شخص جو معاملات کو سنبھال رہا ہے یا اکاؤنٹ سنبھال رکھا ہے۔ یا کوئی فائدہ لے رہا ہے یا اس نے اثاثوں سے کوئی فائدہ لے رکھا ہے۔

(ii) 1984ء کے کمپنیز آرڈیننس کے معنی میں کسی بھی شخص کی ایسوسی ایشن، افراد کی باڈی، شراکتی فرم، یا نجی کمپنی، جس میں (ملزم) ممبر، شراکت دار یا ڈائریکٹر ہے۔ یا جس کی ملزم کی طرف سے ترقی، عارضی یا چلایا گیا، چاہے وہ اکیلے ہوں، یا مشترکہ طور پر (دوسرے افراد کے ساتھ مل کر۔

(iii) کسی بھی ملزم کا ٹرسٹ میں ٹرسٹی ہونا یا کسی بھی فائدہ مند ہونا واضح ہو۔

(iv) بے نامی دار

(da) بے نامہ دار سے مراد وہ شخص ہے جو ملزم کے مفادات اور خوشنودی کے لیے اپنی طرف سے ملزم کی کسی جا ئیداد پر قبضہ کرتا ہے۔ یا اس کو اپنی تحویل میں لیا ہے۔

(e) چیئرمین قومی احتساب بیورو کا مطلب وہ شخص جس کو صدر پاکستان نے مقرر کیا جس کا دفعہ 6(B) میں ذکر کیا گیا ہے۔

(f) **کوڈ** سے مراد ضابطہ فوجداری 1898 ہے۔

(fa) مضاہمتی کمیٹی سے مراد نیب آرڈیننس کی دفعہ 25(A) کے تحت قائم کی گئی کمیٹی ہے۔

(g) **عدالت** کا مطلب ایک احتساب عدالت ہے جو ایسے جج پر مشتمل ہو جو صدر پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی مشاورت سے مقرر کرتا ہے۔ متعلقہ صوبے کے خاص حالات میں صدر اسکی طرف سے مقرر کیا جائے گا۔

(k) **جج** سے مراد کسی عدالت کا جج ہوتا ہے۔ جو حاضر سروس ضلعی اور سیشن جج ہو گا جس کو ہائی کورٹ کا جج مقرر کرنے کے لیے اہل بتایا گیا ہو گا۔ اور اس میں ایک جج شامل ہونا چاہیے وہ حاضر سروس ہو یا ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج جو ترقی احتساب بیورو (ترمیمی) آرڈیننس 2001ء سے پہلے کسی علامت کا جج ہو۔

اسلامی تعلیمات:

جج کی تقرری ضروری فرض ہے، جو بنیادی طور پر سربراہ حکومت سرانجام دے گا اور اگر وہ چاہے تو سربراہِ عدلیہ یعنی قاضی القضاۃ کو بھی جج یا قاضی کے تقرر کا اختیار دے سکتا ہے۔ کاسانیؒ لکھتے ہیں۔ ”قاضی کا تقرر فرض ہے کیونکہ اسے ایک فریضے یعنی قضاء سے عہدہ برآ ہونے کیلئے مقرر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دائود علیہ السلام کو فرمایا: فاحکم بین الناس بالحق (لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کرو) نیز نبی کریم ﷺ کو فرمایا: فاحکم بینھم بما انزل اللہ (پس اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (ہدایت) کے مطابق ان میں فیصلے کیا کرو“۔ چونکہ قاضی کے تقرر کی غرض وغایت ایک فرض کی بجا آوری ہے، لہٰذا اس کا تقرر بھی لامحالہ ایک فرض ہے، جس طرح امام یا حاکم کے تقرر کے فرض ہونے میں اہل حق میں سے کسی کو اختلاف نہیں اور امام اپنے فرائض سے اکیلا عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، لہٰذا اسے ایک نائب کی ضرورت ہے اور وہ ہے قاضی، جو اس کے فرائض کی ادائیگی میں امام کا نائب ہو گا۔ جس طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی قضاۃ مقرر فرمائے مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن اور عتاب بن اسیدؓ کو مکہ قاضی بنا کر بھیجا۔ امام محمدؒ نے اسے فریضہ محکمہ (ضروری فرض) قرار دیا ہے[2]

(j) **ڈپٹی چیئرمین قومی احتساب بیورو** سے مراد وہ شخص ہو گا جو صدر پاکستان کی طرف سے چیئرمین قومی

احتساب بیورو کے نائب کے طور پر مقرر ہو۔

(k) **قومی احتساب بیورو** سے وہ ادارہ ہے جو اس آرڈیننس کے تحت تشکیل دیا گیا ہے۔ نیب کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(L) **انجماد:** وصول کنندہ کے ذریعے کسی بھی جائیداد کو منسلک کرنے، سیل کرنے، ممنوعہ، چیز رکھنا، کنٹرول کرنا یا ان کا انتظام کرنا شامل ہے۔ اگر نیلامی یا بات چیت کے ذریعے فروخت یا ضائع کرنا ضروری ہو تو عدالت کے ذریعے یا چیئرمین نیب کے ذریعے تصدیق سے مشروط ہو گا۔ کیونکہ یہ معاملہ عوامی نوٹس کے بعد ہو سکتا ہے۔

(M) **عوامی عہدے دار سے مراد وہ ہے:**

(i) جو پاکستان کا صدر یا کسی صوبے کا گورنر ہو۔

(ii) وزیر اعظم، چیئرمین سینٹ سپیکر قومی اسمبلی، ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی۔ وفاقی وزیر، وزیر مملکت، اٹارنی جنرل، دوسرے قانونی آفیسر جو سنٹرل لا آفیسرز آرڈیننس VII-1970 کے تحت مقرر ہیں یا وہ رہ چکے ہیں، مشیر وزیر اعظم، وزیر اعظم کے معاون خصوصی، وفاقی پارلیمانی سیکرٹری ممبر پارلیمنٹ آڈیٹر جنرل، پولیٹیکل سیکرٹری، وزیر اعظم کے مشیر یا عہدے دار جو رہ چکے ہیں یا موجود ہیں۔ جو وفاقی زیر یا مملکت کے عہدے پر۔

(iii) وزیر اعلی، سپیکر صوبائی اسمبلی، ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی۔ صوبائی وزیر، مشیر وزیر اعلی، وزیر اعلی کے معاون خصوصی، صوبائی پارلیمانی سیکرٹری ممبر صوبائی پارلیمنٹ، ایڈوکیٹ جنرل، اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل، پولیٹیکل سیکرٹری، وزیر اعلی کے مشیر یا عہدے دار جو رہ چکے ہیں یا موجود ہیں۔ جو صوبائی وزیر کے عہدے پر۔

(iv) وہ شخص جو خدمات پاکستان کے کسی دفتر یا فیڈریشن کے معاملات یا صوبے، یا لوکل کونسل جو آئین سے متعلق کسی بھی وفاقی یا صوبائی کے تحت قائم ہونے والی لوکل کونسل، کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے متعلق، کارپوریشنوں، بینکوں، مالیاتی اداروں، فرموں، یا وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے زیر انتظام دیگر اداروں، میں خدمات کر رہا ہو یا وہ شخص جو پاکستان کی کسی بھی مسلح فوج کا ممبر ہو سوائے اس کے جو کسی بھی عوامی کارپوریشن، بینک مالیاتی ادارہ یا آفس پر فائز ہو اور فورسز کا ممبر ہوتے ذمہ داریاں نبھا رہا ہو۔ وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کے تحت اپ گریڈ، یا کوئی اور ادارہ، کنٹرول یا انتظامی ادارہ، یا آدمی ایکٹ 1952ء میں شامل کسی بھی چیز کے باوجود یا دیگر قوانین کے تحت جو پاکستان کی مسلح افواج کا سویلین ملازم ہو۔

(v) ضلعی حکومت

مقامی کونسلوں سے متعلق کسی بھی وفاقی یا صوبائی قانون کے تحت تشکیل پانے والی ضلعی کونسل، میونسپل کمیٹی، میونسپل کارپوریشن، یا میٹروپولیٹین کارپوریشن کے چیئرمین، وائس چیئرمین کے ساتھ وضاحت: اس

ذیلی شق کے مقاصد میں چیئرمین، وائس چیئرمین کے ساتھ چیئر اور ڈپٹی چیئر بھی شامل ہوں گے۔ اور متعلقہ کونسلر بھی شامل ہیں۔

(va) ضلعی ناظم، یانائب ناظم، تحصیل ناظم، یانائب ناظم یایونین ناظم یانائب ناظم ہے یارہاہے سب شامل ہیں۔

(vi) مسلح افواج سے ریٹائر ہوچکے ہوں یا استعفی دے چکے ہوں یاان کو فارغ کررہاہو۔

اسلامی تعلیمات:

درج بالا دفعات میں ایسے تمام عہدے داروں کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر انہوں نے اپنے فرائض منصبی کے دوران اپنے عہدے کا غلط استعمال کیاتو وہ قانونا جرم ہو گا کیونکہ اسلامی قانون کی نظر میں حاکم اور رعایا دونوں برابر ہیں۔ اسلامی نظام عدل سے درج ذیل مثالیں ملاحظہ کریں۔

(1 حضور اکرم ﷺ نے خود کو احتساب کیلئے پیش فرمایا۔[3]

(2 ایک دفعہ فاطمہ مخزومی نامی عورت کے چوری کرنے پر اس کے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی۔ جب سفارش کی گئی تو فرمایا میری بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتی تو یہی سزا ملتی۔[4] ماضی میں خود اسلامی حکمرانوں کے خلاف مقدمات دائر کئے گئے وہ شہری کی حیثیت سے عدالت پیش ہوئے، حضرت عمر فاروقؓ نے تو عمال سے شکایات کی تحقیق کیلئے سب سے پہلے محمد بن مسلمہؓ کو مقرر کیا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں قانونی مساوات کیلئے یہ مثالیں دیکھیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے ابو شحمہ کو شراب پینے پر خود سزا دی تھی۔[5]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں مکان کی ڈیوڑھی بنوالی، حضرت عمرؓ کے سامنے شکایت ہوئی، آپؓ نے اسے اہل حاجت اور مظلومین کی دادرسی میں رکاوٹ سمجھا اور محمد بن مسلمہؓ کو آگ لگانے کا حکم دیا اور اس کی تعمیل ہوگئی۔[6]

اکثر یوں فرماتے: میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے یا دست درازی کرے، حتی کہ میں اس کے رخسار کو زمین پر رکھ کر اپنا قدم اس کے دوسرے رخسار پر رکھ دوں گا، یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو۔[7]

گورنر مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے نے ایک قبطی کو گھر دوڑ میں آگے نکلنے پر کوڑے مارے، حضرت عمرؓ نے شکایت پر تینوں کو بلوالیا اور قبطی کو حکم دیا کہ گورنر کے بیٹے کو کوڑے مارو اور عمرو بن عاصؓ کو بھی ایک کوڑا مارو، لیکن قبطی نے درگزر کر دیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا اے عمرو! تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا ہے، انہیں ان کی مائوں نے تو آزاد جنا ہے۔[8] حضرت عثمان غنیؓ کو والی کوفہ حضرت سعید بن العاصؓ کے خلاف شکایت ملی تو انہیں معزول کر دیا، حج کے موقع پر عمال کے خلاف شکایات سنتے اور تدارک فرماتے۔[9]

حضرت علیؓ کو والی اصطخر منذر بن جارود کے متعلق شکایت ملی تو آپؓ نے اسے طلب کر کے معزول کر دیا۔[10]

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ اسلامی نظام حکومت میں حاکم و محکوم بحیثیت انسان دونوں برابر ہیں، لہٰذا دونوں پر ہی قانون کا اطلاق ہو گا۔ لہذا متعلقہ دفعہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

(iv) جرم سے مراد بد عنوانی اور بد عنوانی کے دیگر جرائم ہیں جو اس آرڈیننس میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور اس آرڈیننس شیڈول میں بیان کردہ (جرائم) بھی شامل ہیں۔

اسلامی تعلیمات:

"جرم" کی تعریف سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس لفظ کا معنی بیان کر دیا جائے۔ جَرَمَ۔ جَرْمًا۔ گناہ کرنا۔ اَلْجَرَمَ والْجُرُمَ۔ گناہ، قصور۔ جمع جُرُومَ۔ مونث۔ جَرِیْمَۃ[11] مندرجہ بالا سطور میں جرم کے معانی میں گناہ اور قصور ایک جیسے ہیں، گویا جرم ایسا فعل ہے جو شریعت کے اور قانون کے خلاف ہو اور سزا کا باعث ہو۔ شرعی اصطلاح میں جرائم وہ شرعی رکاوٹیں ہیں، جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے اور ان کے کرنے پر حد یا تعزیر مقرر فرمادی ہے۔[12] فقہاء اسلام کے مطابق جرم وہ شرعی رکاوٹ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے حد یا تعزیر کے ذریعے روک دیا ہے۔[13]

جرم کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ ہر اس فعل کا ارتکاب جرم ہے جسے کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کے کرنے پر سزا مقرر کی گئی ہو اور ہر اس فعل کا چھوڑ دینا جرم ہے جسے چھوڑنا حرام اور قابل سزا قرار دیا گیا ہو۔[14] اکثر فقہاء کرامؒ جرم کو جنائت کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، جنائت ہر اس فعل کا نام ہے جو شرعاً حرام ہے، فقہی اصطلاح میں جنائت کا لفظ جرم کے مترادف ہے۔ شریعت اسلامیہ میں ہر جرم جنائت ہے خواہ وہ کسی درجے کا ہو مگر جدید قانون میں جنائت سے مراد بڑے بڑے جرائم ہیں۔[15]

(O) **پرسن:** سے مراد کسی بھی کمپنی، سپانسرز، چیئر مین، چیف ایگزیکٹو، مینجنگ ڈائریکٹر، جس نام سے بھی پکارتے ہیں شامل ہیں۔ کسی بھی فرم کا شراکت دار، یا واحد ملکیت رکھنے والا، یا دلچسپی رکھنے والا۔

(p) **پراپرٹی:** پاکستان کے اندر یا باہر تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد یا کوئی بھی ہو شامل ہے۔

(q) **گورنمنٹ پراپرٹی سے مراد (پراپرٹی)** ہر وہ چیز جو حکومت سے متعلق ہو اس میں تحائف، چندہ، مالی مدد، گرانٹ، جو بھی نام ہو جو کسی بھی مقصد کے لیے وصول ہو یا جمع کیا جاتا ہو (عوامی عہدے کے حامل کے دورانیہ کے دوران)

(R) **ولفل ڈیفالٹ** اس شخص کو کہا جاتا ہے (عوامی عہدے کا حامل شخص) اس آرڈیننس کے تحت جان بوجھ کر ڈیفالٹ کا جرم کرتا ہے اگر وہ اس کی ادائیگی نہیں کرتا (یا مسلسل ادائیگی نہیں کرتا) یا اس کی واپسی یا ادائیگی کرتا ہے۔ (اس کی وجہ سے) کسی بھی بینک، مالیاتی ادارے، کوآپریٹو سوسائٹی، سرکاری محکمہ، قانونی ادارہ یا کسی حکومت کے ذریعے قائم کردہ یا اس کے زیر کنٹرول کسی اتھارٹی کو جو اس تاریخ کے مطابق بن گیا ہے۔ (معاہدے کے مطابق جس کی ادائیگی، واپسی یا ادائیگی کی ذمہ داری شامل ہیں)۔ ایسے قوانین، قواعد وضوابط، ہدایات جو (اسٹیٹ بینک آف پاکستان، یا بینک) مالیاتی ادارہ، کوآپریٹو سوسائٹی، گورنمنٹ ادارے کے ذریعے جاری، یا مطلع کیے جاتے ہیں، قانونی ادارہ یا کسی حکومت کے ذریعے قائم اتھارٹی یا جیسا معاملہ ہو متعلقہ شخص کو تیس دن کا نوٹس دیا جائے گا۔ جو عوامی عہدہ رکھنے والا تھا۔ بشیر طیکہ پہلے سے مقرر کردہ نہ ہو اس آرڈیننس کے وقت، اگر (ایسا شخص یا عوامی عہدے دار) ادا نہ کر سکتا ہو (کسی بھی بینک، مالیاتی ادارے کو آپریٹو سوسائٹی) سرکاری محکمہ کی طرف سے جان بوجھ کر معاہدے یا ذمہ داری کی خلاف ورزی، یا قانونی ڈیوٹی سرانجام دینے میں ناکامی پر رقم واپس کرنا ہو گی۔ گورنر اسٹیٹ بینک نے ایسے فرد یا عوامی عہدے دار کو کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے متعلق ڈیفالٹ کا سات دن کا نوٹس دیا ہو۔ مذکورہ بالا تیس دن یا سات دن کے نوٹس میں قومی احتساب بیورو آرڈیننس (ترمیمی 2001ء) کے اجرا کے وقت مقدمہ کی سماعت زیر التوا مقدمات پر نہیں چلیں گے۔

اسلامی تعلیمات:

احکام القرآن للجصاص میں ہے:

”(وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لاتظلمون ولا تظلمون) . . . . يعنى (لاتظلمون) بأخذ الزيادة (ولاتظلمون) بالنقصان من رأس المال، فدلّ ذلک علٰی أنه –متى امتنع من أداء جميع رأس المال إليه كان ظالما له، مستحقا للعقوبة، واتفق الجميع على أنه –لايستحق العقوبة بالضرب، فوجب أن يكون حبسا لاتفاق الجميع على أن ماعداه من العقوبات ساقط عنه فى أحكام الدنيا، وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم مثل ما دلت عليه الآية، وهو ما حدثنا محمد بن بكر... عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”لىّ الواجد يحلّ عرضه وعقوبته . “ قال ابن المبارك: ”يحل عرضه يغلظ له وعقوبته يحبس . وروى ابن عمر وجابر وابى ہريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: ”مطل الغنى ظلم، وإذا أحيل أحدكم على ملىء فليحتل . “ فجعل مطل الغنى ظلما، والظالم لا محالة مستحق العقوبة، وهى الحبس لاتفاقهم على أنه لم يرد غيره . . . . واختلف الفقهاء فى الحال التى توجب الحبس، فقال أصحابنا: إذا ثبت عليه شيء من الديون من أى وجه ثبت، فإنه يحبس شهرين أو ثلاثة، ثم يسأل عنه فإن كان موسرا

تركه في الحبس أبدا حتى يقضيه، وإن كان معسرا خلّى سبيله، وقال ابن أبي ليلى : "يحبسه في الديون إذا أخبر أن عنده مالا . "

حاصل عبارت یہ ہے کہ قرض دار سے اَپنے سرمایہ سے زیادہ وصول کرنا ظلم ہے۔قرض خواہ کو پورا قرضہ اَدانہ کرنا بھی ظلم ہے۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض خواہ کو پورا سرمایہ اَدانہ کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔فقہاء کا اِتفاق ہے کہ بطورِ سزا ضعف قید کیا جاسکتا ہے،مار پٹائی نہیں کی جاسکتی،اِس لیے کہ دُنیا میں اس سے باقی سزائیں ساقط ہیں۔مال دار کا ٹال مٹول کرنا اُس کی عزت کو پامال کرنے اور سزا دینے کو حلال کر دیتا ہے، حضرت عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق اُس کے ساتھ سختی کرنا اور اُسے قید کرنا جائز ہے۔فقہاء کا اس میں اِختلاف ہے کہ قرض دار کو کب قید کیا جاسکتا ہے؟ ہمارے اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ جس پر تھوڑا قرض بھی ہو اور وہ اسے اَدانہ کرے تو اسے دو مہینہ قید کیا جائے گا۔تفسیر القرآن للقرطبی میں ہے)":وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لاتظلمون ولا تظلمون، وإن كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة)"وإن كان ذو عسرة" مع قوله "وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم" يدل على ثبوت المطالبة لصاحب الدين على المدين، وجواز أخذ ماله بغير رضاه، ويدل على أن الغريم متى امتنع من أداء الدين مع الإمكان كان ظالما؛ فإن الله تعالى يقول: (فلكم رؤس أموالكم)، فجعل له المطالبة برأس ماله، فإذا كان له حق المطالبة فعلى من عليه الدين لا محالة وجوب قضائه" . دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

- قرض خواہ مقروض سے اَپنے قرض کا کسی بھی وقت کسی بھی طرح مطالبہ کر سکتا ہے۔
- اس کی رضامندی کے بغیر بھی اس کا مال لے سکتا ہے۔
- قرض خواہ کو مطالبہ کا حق ہے اور قرض دار پر اَدائیگی واجب ہے۔

فقہاء نے بیت المال کے لیے قرض لینے یا بیت المال سے قرض جارِی کرنے کا جواز چند شرائط سے مشروط بتایا ہے، مثلاً: مصلحت عامہ ملحوظ ہو۔ ہر قسم کی توثیق اور اعتماد کا لحاظ ہو۔ قرض وصولی پر بھرپور قدرت بھی ہو۔ مجاز اتھارٹی کی اِجازت یعنی قرض وصولی کے قانونی تقاضے پورے کیے جائیں۔ صرف ایسے لوگوں کو قرض جارِی کیا جائے جو صاحب اِستطاعت اور امانت دار ہوں۔ ذاتی کاروبار کے فروغ اور سرمایہ کاری کے لیے قرضہ کو بنیاد بنانے والا نہ ہو۔ درج بالا دفعات میں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے خلاف معلوم نہیں ہوتی۔

دفعہ نمبر:A-5جج کا دورانیہ

(1) کسی عدالت کا جج جو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے خدمات تقرری تین سال کی مدت کے لیے ہوگی ۔

(2) ایسا جج جو اپنے عہدے پر فائز ہو وہ 24 اپریل 2001ء کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نہیں ہے اور جج کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کا آپشن استعمال کرتا ہے تو وہ ابتدائی تقرری کی تاریخ سے تین سال تک جاری رکھے گا۔

(3) ایسا جج جو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے۔ اور انہی اختیارات کے تحت خدمات انجام دیتے ہوئے ریٹائر ہو جاتا ہے تو اس طرح کے جج کی ابتدائی تقرری کی تاریخ سے تین سال تک کی خدمت تک جاری رہ سکتا ہے۔

(4) کسی بھی جج کی اس کی مدت پوری سے پہلے ہٹایا یا تبادلہ نہ کیا جائے گا۔ متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی مشاورت کے بغیر۔

اسلامی تعلیمات:

درج بالا دفعہ میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مخصوص مدت اور مخصوص وقت کیلئے کسی قاضی کا تقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں ماوردیؒ لکھتے ہیں: "کسی متعین وقت اور مدت کیلئے بھی قاضی کا تقرر ہو سکتا ہے، مثلاً یہ کہ شنبہ کے دن کا قاضی مقرر کر دیا جائے تو یہ قاضی غروب آفتاب تک ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا مجاز ہو گا اور اگر تقرر میں ہر شنبہ کا قاضی مقرر کیا گیا ہو تو قاضی ہر شنبہ (ہفتہ) کو سماعت کا مجاز ہو گا"۔[16] مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظام عدالت میں کسی شخص کو معین وقت یا معین مدت کیلئے بھی قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے تاکہ وہ اس وقت کے دوران فیصلے کر سکے۔ اس دفعہ میں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے منافی معلوم نہیں ہوتی لہذا کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت نہیں۔

دفعہ B-5، ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے خدمات دینے والے اور ریٹائرڈ ہونے والے ججز کے پنشنری فوائد:

جہاں خدمت کرنے والا جج ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے ریٹائر ہوتا ہے تو وہ ایسی پنشن کا حقدار ہو گا جو کہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے ان کی خدمات میں قبول ہوتا ہے۔ اگر کسی عدالت کا جج مقرر نہ ہوتا تو۔ اس پنشن کا حساب لگانے کے مقصد کے لیے عدالت کے جج کی حیثیت سے اس کی خدمت کو بطور خدمت تصور کیا جائے گا۔

دفعہ 6: قومی احتساب بیورو:

(a) قومی احتساب بیورو کی تشکیل پورے پاکستان کے لیے ہو گی۔

(b) چیئرمین، قومی احتساب بیورو کے لیے:

(i) چیئرمین نیب کا تقرر صدر پاکستان قومی اسمبلی میں قائد ایوان اور اپوزیشن لیڈر کے اتفاق رائے سے چار سال کی قابل توسیع مدت کے لیے گا۔ شرائط وضوابط کے ساتھ، عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا ماسوائے اس صورت کے جو سپریم کورٹ کے کسی جج کی برطرفی کے متعلق ہے ابتدائی تقرری سے چار سال کے لیے ہے۔

(ii) چیئرمین نیب اپنے ہاتھ کی لکھی تحریر میں صدر کو مخاعب کرکے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔

(ba) کسی شخص کو چیئرمین نیب کے عہدے پر نہیں رکھا جاسکتا جب تک کہ وہ:

(i) ریٹائر چیف جسٹس ہو یا سپریم کورٹ کا جج ہو یا عدالت عالیہ کا چیف جسٹس ہو۔

(ii) مسلح افواج میں لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے کا ریٹائرڈ افسر یا اس کے مساوی

(iii) وفاقی حکومت کے گریڈ 22 کا ریٹائرڈ افسر یا اس کے مساوی

(C) قائم مقام چیئرمین قومی احتساب بیورو:

جب اور جس وجہ سے چیئرمین نیب اپنی ذمہ داریاں نبھانے سے قاصر ہو یا ہے تو، ڈپٹی چیئرمین نیب چیئرمین نیب کی حیثیت سے کام کریں گے۔ کسی حال میں ڈپٹی چیئرمین (نیب) غیر حاضر ہیں یا دفتری امور کی انجام دہی سے قاصر ہیں تو (نیب کا کوئی بھی افسر) چیئرمین نیب کے ذریعے مستقل طور پر مجاز ہے کہ وہ چیئرمین نیب کے طور پر کام کرے۔ جو کہ (چیئرمین) چیئرمین نیب کی حیثیت سے کام کرے گا۔

اسلامی تعلیمات:

درج بالا دفعہ میں چیئرمین نیب کے تقرر کے حوالے سے شرائط کا ذکر ہے اس سلسلے میں اسلام نے میرٹ پر تعین کا کہا ہے۔ اسلام نے نااہل افراد کے انتخاب کی مذمت کی ہے اور اس سلسلے میں قواعد وضوابط کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من استعمل رجل من العصابة و فی تلک العصابة من هوا رضی الله منه فقد خان الله وخان رسوله وخان المومنین [17]

"جس شخص نے (حاکم یا امیر) ایک جماعت میں سے کسی شخص کو حاکم مقرر کیا اور اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں زیادہ پسندیدہ ہے تو ایسا تقرر کرنیوالے شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول معظم ﷺ اور ایمان والوں سے خیانت کی"۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں معیار اور اصول وضوابط کی پابندی لازمی قرار دی ہے۔ جس شخص کا بھی انتخاب کسی عہدے کیلئے کیا جائے، وہ میرٹ پر ہونا چاہئے۔ یہ تو عام تقرریوں کے بارے میں حکم ہے، احتساب کا معاملہ تو نہایت اہم اور نازک ہے، لہٰذا اس میں کی جانے والی

تقرریوں میں نہایت اعلیٰ معیار اور بلند میرٹ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے تاکہ اہل افراد منتخب ہو سکیں اور وہ پھر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر لوگوں کو اسلام کی روح کے مطابق صحیح عدل وانصاف مہیا کریں اور حقوق کی حفاظت کر کے انہیں ضائع ہونے سے بچائیں تاکہ معاشرہ پرسکون ہو اور مستحکم بنیادوں پر استوار ہو۔

دفعہ 7: ڈپٹی چیئرمین قومی احتساب بیورو:

(a) چیئرمین (نیب) اپنے فرائض کی ادائیگی چیئرمین (نیب) کے تحت کریں گے۔ اور ایسے فرائض سرانجام دیں گے جو چیئرمین (نیب) کے ذریعے تفویض ہوں۔

(aa) کسی شخص کو ڈپٹی چیئرمین مقرر نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ:

(i) مسلح افواج میں میجر جنرل کے عہدے کا افسر ہو یا رہا ہو یا مساوی۔

(ii) وفاقی حکومت کے گریڈ 21 کا ریٹائرڈ افسر ہو یا اس کے مساوی۔

(b) ڈپٹی چیئرمین (نیب) تین سال کی مدت کے لیے عہدہ سنبھالیں گے۔

عہدے سے ہٹایا نہیں جائے گا ماسوائے اس بدانتظامی کی بنیاد پر جیسا کہ سرکاری ملازمین (قابلیت اور نظم وضبط) قواعد 1973ء کے ضابطہ نمبر 2 کی ذیلی شق (4) میں بیان کیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیمات:

درج بالا سطور کے تحت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ کہ اسلامی نظام میں معاون متعین کرنے کی گنجائش موجود ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء اسلام نے تفصیلی دلائل دیئے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔ ابو بکر الخصاف لکھتے ہیں: اگر حاکم کسی شخص کو اپنا نائب مقرر کرے تو جائز نہیں کیونکہ خلیفہ نے اسے اپنی رائے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، دوسرے کی نہیں، لہٰذا وہ نائب مقرر نہیں کر سکتا، جسے بیع کا وکیل کسی کو وکیل بنائے تو جائز نہیں۔ اگر خلیفہ نے حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنا نائب مقرر کرے تو اس کیلئے یہ جائز ہے کیونکہ اب اس کا اختیار عمومی ہے، مثلاً ایک موکل نے اپنے وکیل سے کہا کہ آپ جس قسم کی کارروائی کریں جائز ہے، یہاں وہ وکیل کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے۔[18] کاسانیؒ کہتے ہیں:

ولیس للقاضی ان یستختلف علی القضاء الا ان یفوض الیه ذلک لانه قلد القضاء، دون التقلید به فصار کتوکیل الوکیل [19]

"اور قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قضاء پر اپنا خلیفہ مقرر کرے، مگر یہ کہ اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو، یہ اس لئے کہ اسے قاضی کا عہدہ دیا گیا ہے، قاضی بنانے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ پس یہ ایسے ہو گیا جیسے وکیل کا وکیل بنانا"۔

اشرف الہدایہ میں ہے " قاضی کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے قضاء کے معاملے میں کسی کو اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کرے، ہاں اگر سلطان اور حاکم اعلیٰ نے پہلے یہ اختیار دے دیا ہو تو نائب مقرر کرنا جائز ہے۔ اسی کے قائل امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ ہیں۔ یہ اس وقت ہے جب قاضی کے تقرر کے وقت حاکم نے سکوت اختیار کیا ہو، نہ اسے نائب مقرر کرنے کی ہدایت کی ہو، نہ ہی منع کیا ہو لیکن اگر سلطان نے قاضی کو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق نائب مقرر کرنا جائز ہے "۔[20]

ابن رشد لکھتے ہیں: "کیا قاضی اپنا جانشین بنا سکتا ہے حالتِ مرض اور حالتِ سفر میں؟ تو اس میں اختلاف ہے، اِلاّ یہ کہ اسے اجازت دے دی گئی ہو"۔[21] ماوردیؒ لکھتے ہیں " قاضی کا تقرر سربراہ مملکت کی ذمہ داری اور اس پر فرض عین ہے، اس سلسلہ میں ثانوی اور فروعی حیثیت صوبائی اور علاقائی قاضی کی ہے، اگر وہ اپنے ماتحت تمام علاقوں کے عدالتی معاملات کی خود دیکھ بھال نہ کر سکے تو جن معاملات میں وہ براہ راست دیکھ بھال کرنے پر قادر نہیں ہے، ان کیلئے دوسرے قاضیوں کا تقرر کرنا اس کی ذمہ داری ہے"۔[22]

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ کسی بھی ادارے کے سربراہ کا تقرر خلیفہ یا سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہے۔ عذر یا غیر حاضری کی صورت میں وہی نائب بنانے کی اجازت دینے کا مجاز ہے، پس اگر وہ اجازت دیدے نائب بنانا جائز ہے، یا اجازت صراحتاً نہ ہو، بلکہ عمومی طور پر ہو پھر بھی نائب مقرر کیا جا سکتا ہے لہٰذا نائب مقرر کرنے کے جواز کی یہی ایک صورت ہے لیکن اگر خلیفہ یا امیر مملکت نائب مقرر کرنے سے روک دے تو پھر کسی بھی صورت نائب نہیں بنایا جا سکتا۔ اختیار حاصل نہیں رہے گا۔

دفعہ 8: پراسیکیوٹر جنرل احتساب:

(i) صدر پاکستان چیئرمین نیب کی مشاورت سے کسی ایسے فرد کو جو سپریم کورٹ کا جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو پراسیکیوٹر جنرل احتساب کے عہدے پر مقرر کر سکتا ہے۔

(ii) پراسیکیوٹر جنرل احتساب پورے وقت کے لیے آزاد عہدہ سنبھالے گا۔ اور ایک وقت کوئی اور عہدہ نہیں سنبھالے گا۔

(iii) پراسیکیوٹر جنرل احتساب ناقابل توسیع تین سالہ مدت کے لیے آفس سنبھالے گا۔

(iv) پراسیکیوٹر جنرل احتساب کو دہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا ماسوائے اس صورت کے جو سپریم کورٹ کے کسی جج کی برطرفی کے متعلق ہے۔

(v) پراسیکیوٹر جنرل احتساب صدر پاکستان کو اپنے ہاتھ کی تحریر سے مخاطب کر کے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔

(b) پراسیکیوٹر جنرل (احتساب) قانونی معاملات پر چیئر میں نیب کو مشورہ دینے اور تمام دیگر فرائض سرانجام دے گا۔ وہ معاملات جو چیئر مین نیب کے ذریعے اس کو تفویض کیا جا سکتا ہے۔ اس آرڈیننس کے تحت قائم تمام عدالتوں اور دیگر عدالتوں (بشمول سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ میں سماعت کا حق حاصل ہو گا۔

(C) سپریم کورٹ، ہائی کورٹ اور ٹریبونل میں چیئر مین نیب کی منظوری سے پراسیکیوٹر جنرل احتساب مقدمات کے استغاثہ کے لیے اور مقدمات، اپیلوں، درخواستوں، درخواستوں اور دیگر امور کے اداروں یا دفاع کے لیے ایڈ وکیٹ مقرر کر سکتا ہے۔

(d) اگر کسی وجہ سے پراسیکیوٹر جنرل احتساب غیر حاضر ہو یا اپنے عہدے کے فرائض انجام دینے سے قاصر ہو تو چیئر مین نیب کے ذریعے اختیار کر دہ نیب کا کوئی دوسرا قانونی افسر، پراسیکیوٹر جنرل احتساب کی حیثیت سے کام کرے گا۔

اسلامی تعلیمات:

پراسیکیوٹر جنرل جو کہ سرکاری وکیل کی حیثیت سے مقدمات کی پیروی کرتا ہے لہذا اسلامی نقطہ نظر سے وکیل کی حیثیت کا ادراک ضروری ہے۔

لغوی طور پر وکیل "وکل" سے بنا ہے، ابن منظور کہتے ہیں: وکل کا معنی استسلم علیہ ہے۔ یعنی معاملات کو کسی اور کے حوالے کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے: قد اوکلت علی اخیک العمل یعنی یہ کام میں نے تیرے بھائی کے سپرد کیا۔ اس کا ایک معنی "کفیل" یعنی ضامن بھی ہے۔[23] اصطلاح میں لفظ "توکل" وکالت سے مشتق ہے، اس کا معنی کسی پر اعتماد کرتے ہوئے کام حوالے کرنا، جس کو کام سپرد کرتے ہیں، اسے وکیل کہتے ہیں۔ جو کام سپرد کرے والا ہے اسے موکل کہتے ہیں، بشر طیکہ اسے اپنے وکیل پر یقین ہو۔ گویا توکل میں وکیل پر قلبی اعتماد ضروری ہے۔[24]

کاسانی لکھتے ہیں: وهو تفويض التصرف والحفظ الى الوكيل [25] "وکیل کو اختیار اور حفاظت سپرد کر دینا وکالت کہلاتا ہے"۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ وکیل ایسا شخص ہوتا ہے، جسے کوئی شخص اعتماد کی بناء پر اپنے کسی معاملے کا مختار بناتا ہے تاکہ اس شخص کی طرف سے وکیل اس معاملے کو سرانجام دے سکے۔

قرآن مجید میں لفظ وکیل کا استعمال: "وکیل" کا لفظ قرآن مجید میں بھی متعدد آیات میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً:

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْئٍ وَكِيلٌ [26] "اور وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز پر نگہبان ہے"۔

وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ [27] "اور آپ (ﷺ) ان پر مسلط نہیں ہیں"۔

سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ط لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ ط وَكَفَى بِاللّهِ وَكِيلاً[28]

"وہ(اللہ تعالیٰ)اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے، سب اسی کا ہے اور وہ(اللہ تعالیٰ)کافی گواہ ہے"۔

ثُمَّ لاَ تَجِدُواْ لَكُمْ وَكِيلاً[29] "پھر تم اس وقت کوئی بچانے والا نہ پاؤ گے"۔

مندرجہ بالا آیات میں لفظ"وکیل" بمعنی نگہبان، مسلط، گواہ، محافظ اور بچانے والا استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں یہ لفظ کئی دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے جو اس کے کثیر المعنی ہونے کی دلیل ہے۔ نیز قرآن مجید سے ہمیں وکالت کے جواز کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

حدیث میں لفظ وکیل: بہت سی احادیث مبارکہ سے بھی ہمیں وکالت کا تصور ملتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اللهم اسلمت وبک امنت وعلیک توکلت والیک انبت[30]

"اے اللہ تعالیٰ! میں نے تیری فرمانبرداری کی، تجھ پر ایمان لایا اور اپنا کام تجھے سونپا اور تیری ہی طرف رجوع کیا"۔

عینیؒ لکھتے ہیں کہ "توکلت" کا معنی ہے: فوضت امری الیک[31] "میں نے اپنا معاملہ تجھے سونپا"۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

فان االله توکل لی بالشام واهله[32] "بے شک اللہ تعالیٰ نے ملک شام اور اہل شام کو میری ذمہ داری میں کر دیا ہے"۔

تبصرہ: مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں بھی وکیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو اپنی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن وحدیث سے ایک تو وکالت کی شرعی حیثیت کا ثبوت ملتا ہے۔ دوسرے اس لفظ کے کثیر المعنی ہونے سے اس کی اہمیت وافادیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مذکورہ ضابطہ آرڈیننس میں جو وکیل(پراسیکیوٹر) کا تصور ہے، وہ درست ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہاء نے وکالت کا جامع اور مکمل تصور دیا ہے۔

دفعہ 9: بدعنوانی اور بدعنوان کی کوششیں:

(a) عوامی عہدے دار یا کوئی اور شخص بدعنوانی یا بدعنوانی کی کوشش کرتا ہے۔

(i) اگر وہ کسی شخص سے قبول کرتا ہے یا اسے حاصل کرتا ہے یا براہ راست یا بالواسطہ طور پر کسی کی خوشنودی پیش کرتا ہے تو اس کے علاوہ قانونی معاوضے، بطور محرک یا انعام جس میں پاکستان پینل کوڈ (ایکٹ

(XLV1860) کی دفعہ 161 میں کسی بھی سرکاری فعل کو انجام دینے یا برداشت کرنے کے لیے میں دکھایا گیا ہے۔ اس کے سرکاری فرائض کا استعمال کسی بھی فرد کے حق میں ناپسندیدگی کا اظہار یا کسی بھی شخص کو خدمات فراہم کرنے یا رکاوٹیں پیش کرتے یا کرنے کی کوشش کے لیے، یا

(ii) اگر وہ غور و فکر کے بغیر کوئی قابل قدر چیز قبول کرتا ہے یا پیش کرتا ہے یا اس غور و فکر کے لیے جسے وہ نااہل جانتا ہے تو کسی بھی شخص سے جس کے بار میں وہ جانتا ہے یا کسی بھی کاروباری معاملے میں اس کا تعلق ہے یا اس کے ذریعے سلوک ہونے والا ہے۔ یا اس کے سرکاری ذمہ داریوں سے کوئی تعلق ہے یا (کسی بھی فرد سے) جس سے وہ دلچسپی لینا چاہتا ہے یا جان بوجھ کر کسی دوسرے شخص کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے یا

(iv) اگر وہ بدعنوانی، بے ایمانی، یا غیر قانونی ذریعہ سے، اپنے لیے، یا اپنے شریک حیات یا انحصار کرنے والے یا کسی اور شخص، کسی بھی جائیدار، قیمتی چیز یا غیر قانونی فائدے فائدہ کے لیے حاصل کرتا ہے۔ یا

(v) اگر وہ یا اس کا کوئی انحصار کرنے والا، یا بے نامی دار کسی کے اثاثوں میں (حصول) حق یا لقب رکھتا ہے یا اس کے پاس ہے یا کسی بھی اثاثوں کے سلسلے میں معاشی وسائل اس کے معروف ذرائع آمدنی سے غیر متناسب ہیں، جس کا وہ (معقول) حساب نہیں دے سکتا، یا

(vi) اگر وہ اپنے اختیار کا غلط استعمال کرتا ہے تا کہ کوئی فائدہ حاصل کر سکے یا اپنے کسی دوسرے فرد کے حق میں یا (پیش کرتا ہے یا مہیا کرنے کا استعمال کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے، یا کسی ناجائز فائدہ یا احسان کو روکنے کے لیے جسے وہ اپنے اختیار کو استعمال کرکے روک سکتا تھا)

(vii) اگر اس نے کوئی ہدایت نامہ، پالیسی یا کوئی اور ایس آر و (قانونی ضابطہ احکامات) جاری کیا ہے یا کوئی دوسرا حکم جو ٹیکس کے معاملے یا قانون میں کس بھی (غیر منقسم) مراعات یا فائدہ کی منظوری دے رہا ہے۔ یا کسی اور طرح کا فائدہ اٹھا سکتا ہے، خود یا کوئی رشتہ دار، ساتھی یا بے نامی دار (یا کوئی دوسرا فرد)

(viii) اگر وہ جان بوجھ کر ڈیفالٹ کا جرم کرتا ہے۔ (یا)

(ix) اگر وہ دھوکہ دہی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو جیسا کہ پاکستان پینل کوڈ 1860ء (XLV of 1860) کی دفعہ 415 اور اس کے ذریعے بڑے پیمانے پر عوام کو بے ایمانی کے ساتھ کسی بھی شخص کو پیسے یا قیمتی سیکیورٹی سمیت کسی بھی جائیداد کی فراہمی کے لیے اکسایا جاتا ہے۔ 'یا'

(x) اگر وہ عوامیہ نمائندوں کے ذریعے ان کے سپرد کردہ رقم یا قیمتی سیکیورٹی سمیت کسی بھی جائداد کے سلسلے میں پاکستان پینل کوڈ 1860ء (XLV of 1860) کسی دفعہ 405 کے تحت تعزیرات کی بنا پر اعتماد کی خلاف

ورزی کا جرم کرتا ہے بڑے پیمانے پر۔

(xi) اگر وہ بینکر، مرچنٹ، عنصر، دلال یا ایجنٹ کی حیثیت سے اس کے سپرد کردہ جائیداد کے سلسلے میں پاکستان پینل کوڈ کو 1860ء(Act XLV of 1860) کی دفعہ 409 کے فراہم کردہ اعتماد کی خلاف ورزی کرتا ہے، یا جس پر اس کا راج ہے، اور اگر وہ کسی فرد یا عوامی عہدے دار کے ساتھ مل کر دفعہ 9 کی شق (i) تا (xi) کے تحت کسی جرم کا الزام عائد کرنے والے کسی فرد یا عوامی عہدے دار کے ساتھ سازش کرنے میں مدد، ایبٹ، کوشش یا کاروائی کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات:

اسلام معاشرے میں امن وسکون کا درس دیتا ہے اور کسی فرد یا جماعت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی کسی حرکت سے معاشرے میں بدنظمی پیدا کرے۔ یا کسی کی جان یا مال کو نقصان پہنچائے یا معاشرے میں فتنہ وفساد کا بازار گرم کرے۔ اسلام نے فتنہ کو قتل سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ [33] "فساد تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے"۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: كل المسلم على المسلم حرام ماله ودمه عرضه [34] "بے شک ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال، خون اور عزت حرام ہے"۔

اسلام نے کسی بھی عہدہ اور ذمہ داری کو امانت کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا [35] "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کردو"۔

یہ آیت اگرچہ امانتوں کے بارے میں ہے لیکن اس سے مندرجہ بالا امور میں بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ہر منصب اور ذمہ داری ایک امانت ہے اس عہدے اور اختیار کا اگر غلط استعمال کیا گیا تو بددیانتی ہوگی۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کس کیلئے؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کیلئے، مسلمانوں کے حکام کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے"۔[36] مندرجہ بالا حدیث پاک سے بھی یہ ثبوت ملتا ہے کہ ہر مسلمان کو ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنی چاہئے۔ مذکورہ دفعہ میں یہ بھی کہا گیا کہ اگر کسی کے اثاثے معلوم ذرائع آمدن سے زیادہ ہیں تو یہ بھی ایک جرم ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے غلط طریقہ سے مال اکٹھا کرنے سے منع کیا ہے۔

ارشاد باری ہے: وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ [37] "آپس میں ایک دوسرے کے اموال غلط طریقہ سے نہ کھاؤ"۔

نیز فرمایا:وَلاَ تَلْبِسُواْ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُواْ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ [38]"اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ"۔

نیز اکلِ حلال کو معاشی زندگی کا بنیادی اصول قرار دیا۔ فرمایا:كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا[39]"پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو"۔

نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا [40]"جو ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں"۔

مزید فرمایا:المُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيمٌ[41]"مومن بھولا بھالا ہوتا ہے اور بدکار دھوکے باز ہوتا ہے"۔

ایک اور حدیث ہے:طَلَبُ الْحَلاَلِ واجبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[42]"رزق حلال کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

مَنْ ضَارَّ اَضَرَّ االُله به وَمَن شَاقَّ شَاقَّ االله عليه[43]"جس نے (کسی مسلمان کو) نقصان پہنچایا، اللہ تعالیٰ اُسے نقصان پہنچائے اور جس نے اُسے مشقت سے دوچار کیا، اللہ تعالیٰ اُسے مشقت میں ڈالے"۔

یہاں ہر حکم عام ہے اور خطاب عام انسانوں کیلئے ہے۔ اسلام کے جملہ اقتصادی احکام اسی معاشی اصل کے تابع ہیں، وہ تمام کام جن کی وجہ سے اس مقررہ بنیاد پر اثر پڑتا ہے، اسلامی روح کے خلاف ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے متعلق امتناعی احکام اور ہدایات موجود ہیں۔ لوگوں کا مال غلط طریقے سے کھانا، سچ اور جھوٹ کی آمیزش سے آمدن میں اضافہ کرنا حرام ہے۔ مندرجہ بالا نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام فتنہ وفساد کا قلع قمع کرنے کا حکم دیتا ہے اور معاشرے میں سکون واطمینان کا حکم دیتا ہے اور ان تمام اسباب ومحرکات کو ختم کرنے کی تعلیم دیتا ہے، جو فتنہ وفساد کو جنم دیں۔ اور پیش بندی کے طور پر ظہور فتنہ سے پہلے ہی اس کے سدباب کا حکم دیتا ہے۔

(b) اس آرڈیننس کے تحت ہونے والے تمام جرائم قابل تشویش اور اس کے باوجود سیکشن {426,491}497، 498اور561A یا ضابطہ کی کوئی بھی دوسری شق، یا اس وقت کے لیے کسی بھی دوسرے قانون میں شامل کسی بھی چیز کے باوجود کسی بھی عدالت کو اس آرڈیننس کے تحت کسی بھی فرد کو ضمانت دینے کا دائرہ اختیار نہیں ہوگا۔

اسلامی تعلیمات:

شریعت اسلامیہ میں ضمانت کیلئے کفالت کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے اور کفالت کے مختلف نام ہیں: کفالہ، زعامہ، غرامہ، ضمان اور قبالہ اوراس کیلئے حمالہ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ زبیدی کے نزدیک:والزعيم الكفيل والزعامة الكفالة وانا زعيم اى الكفيل [44]"اور زعیم کفیل ہوتا ہے اور زعامہ کفالت کو کہتے ہیں اور میں زعیم ہوں

یعنی کفیل ہوں"۔ فرہنگِ آصفیہ میں ہے: ضمانت عربی میں اسم مونث ہے، بمعنی ضامنی، ذمہ داری، کفالت، آڑ[45]۔ اصطلاح شرع میں کفالت کے معنی یہ ہیں ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کردے۔ یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا، لیکن دوسرے شخص نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ مطالبہ خواہ نفس کا ہو یا دین کا یا عین کا۔

تصور ضمانت ازروئے قرآن مجید: ضمانت وکفالت کا تصور ہمیں قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔ ارشاد باری ہے: وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا [46]"زکریاؑ نے مریمؑ کو اپنے ساتھ ملالیا(ذمہ لے لیا)"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: قَالُواْ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَاْ بِهِ زَعِيمٌ [47]"(مصری کارندے) بولے کہ بادشاہ کا پیمانہ گم ہے، جو اسے لائیگا اس کیلئے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام ہے) اور میں اس کا ضامن ہوں"۔

ایک اور آیت ہے: وَلاَ تَنقُضُواْ الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً [48]"اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو"۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ میں ضامن کیلئے کفیل اور زعیم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن سے ضمانت وکفالت کے جواز کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا کسی کی ضمانت دینا یا کسی کا کفیل یا ضامن بنا قرآن مجید سے ثابت ہے"۔

تصور ضمانت ازروئے حدیث: احادیث مبارکہ میں بھی ضمانت وکفالت کا تصور ملتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الزعيم غارم ای الکفیل ضامن [49]زیلعیؒ کہتے ہیں کہ حدیث الزعیم غارم کفالہ نفسی اور کفالہ بالمال کے درمیان فرق نہیں کرتی اور ان دونوں کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے[50]۔ حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

ان النبی ﷺ حبس رجلا فی تھمة و قال مرة اخریٰ: اخذ من متھم کفیلا تثبتا و احتیاط [51]"نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو تہمت میں قید کیا تھا اور ایک روایت میں بیان کیا کہ آپ ﷺ نے متہم سے بطور احتیاط ضامن لیا"۔ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے تہمت زدہ شخص سے احتیاط کے طور پر ضامن لیا۔ حضرت ام کلثومؓ نے حضرت علیؓ کی ضمانت دی جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان جھگڑا ہوا: وضمنت ام کلثوم بنفس علی حین جری بینه وبین عمر رضی اﷲ عنھما خصومه [52]مندرجہ بالا روایت سے بھی کفالہ بالنفس کا ثبوت ملتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہیں حضرت عمر فاروقؓ نے صدقات وصول کرنے والا بنا کر بھیجا۔ وہاں ایک شخص اپنی بیوی کی باندی سے مباشرت کر بیٹھا، جس پر حضرت حمزہؓ نے اس شخص سے اس کی جان کے ضامن (کفالہ بالنفس) لئے، یہاں تک کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچ گئے (اور مقدمہ پہلے ہی آپؓ کے پاس آچکا تھا)، لہٰذا آپؓ نے اس شخص کو سو کوڑے لگوادیئے تھے کیونکہ اس شخص نے اپنے اوپر الزام کی تصدیق کردی تھی، اور (فعل کی حرمت) سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا[53]۔ اس حدیث مبارکہ سے کسی کی جان کی ضمانت لینے کی صحت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمروؓ صحابی ہیں۔ انہوں نے اس شخص سے اس کی جان کا ضامن لیا اور صحابہ کرامؓ نے اس واقعہ پر ضمانت کے معاملہ میں کوئی نکیر نہیں کی۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ صاحب ھدایہ نے اس بارے میں امام شافعیؒ سے اختلاف نقل کیا ہے مگر شوافع سے امام شافعیؒ کا کفالت بالنفس کے خلاف کوئی قول منقول نہیں ہے"۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حارثہ کہتے ہیں میں نے صبح کی نماز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ پڑھی، پھر حارثہ نے ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کے ارتداد اور مسیلمہ کے رسول ہونے کی گواہی دینے کا قصہ ذکر کیا اور کہا کہ ابن مسعودؓ نے ابن نواحہ کے قتل کا حکم دیا۔ پھر لوگوں نے ان مرتدین کی جماعت کے بارے میں مشورہ کیا تو جریر اور اشعث نے مرتدین کے بارے میں عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا:

استتبهم وكفلهم عشائرهم، فاستتابهم فتابوا فكفلهم عشائرهم[54]"ان سے توبہ کرائیں اور ان کے خاندان والوں سے ضامن لیں، پس آپؓ نے انہیں توبہ کا کہا تو انہوں نے توبہ کرلی اور پھر آپؓ نے ان کے خاندان والوں سے ضامن لئے"۔ زیلعیؒ کہتے ہیں کہ تعامل صحابہ کرامؓ سے کفالت بالنفس کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:وعن الصحابة رضى الله عنهم أنهم اجازوا الكفالة بالنفس [55]"صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کہ وہ کفالہ بالنفس کو جائز قرار دیتے تھے"۔ سلیمان شیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن سلیم سے سنا جو کہ قاضی شریحؒ کے پاس مقدمات پیش کیا کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض تھا، اس میں قاضی شریحؒ کا بیٹا ضامن بن گیا، لہٰذا جب قرض خواہ نے قاضی شریحؒ کے سامنے اس کے بیٹے کا معاملہ پیش کیا تو قاضی شریحؒ نے بیٹے کو قید کردیا، جب رات ہوئی تو قال: اذهب الى عبدالله بفراش وطعام وكان ابنه يسمى عبدالله [56]"عبداللہ کے پاس بستر اور کھانا لے جاؤ اور ان کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا"۔

اس روایت سے بھی کفالت نفسی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا جملہ احادیث وآثار نفسی کفالت کے جواز کی دلیل ہیں۔ خود حضور اکرم ﷺ اور پھر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے بھی اس پر عمل کیا ہے اور بوقت

ضرورتِ مختلف مقدمات میں شخصی ضمانت کو نہ صرف جائز سمجھا ہے بلکہ اسے قبول بھی کیا ہے۔ پس کفالہ بالنفس جائز ہے اور اس سے جس چیز کی کفالت ہوتی ہے وہ مکفول بہ (جس کی ضمانت دی جائے) کو حاضر کرنا ہے۔ شافعیؒ کے نزدیک کفالہ بالنفس جائز نہیں ہے کیونکہ ضامن ایسی چیز کا کفیل ہوا، جسے سپرد کرنے پر وہ قادر نہیں ہے، برخلاف کفالہ بالمال کے، کیونکہ کفیل کو اپنے مال پر ولایت حاصل ہے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "الزعیم غارم" کفیل ضامن ہے اور یہ حدیث دونوں قسم کی کفالت کو مشروع قرار دیتی ہے۔ اس لئے کہ کفیل اسے سپرد کرنے پر اس طرح قادر ہے کہ کفیل مکفول لہ کو اس کا ٹھکانہ بتادے یا مکفول لہ کے درمیان تخلیہ کردے یا اس بارے میں قاضی کے معاونین سے مدد لے اور کفالہ بالنفس کی ضرورت بھی پڑتی ہے اور امام شافعیؒ کا کفالہ بالنفس کے عدم جواز کا قول ضعیف ہے اور ان کا قول اظہر ہمارے مذہب کے مطابق ہے[57]۔

کفالہ بالمال از روئے قرآن:

مال کی کفالت کا تصور ہمیں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ملتا ہے:

قَالُواْ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَاْ بِهِ زَعِيمٌ [58]"(مصری شاھی کارندے) بولے کہ بادشاہ کا پیانہ گم ہوگیا ہے جو اسے لائیگا، اس کیلئے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں"۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں کفالہ بالمال کا ذکر ہے، جہاں قافلہ والوں کو شاہی پیالہ کی گمشدگی کے بعد اس کے تلاش کرنے کی جزاء کے طور پر ایک اونٹ غلہ کا اعلان کیا ہے وہاں اس انعام کا ضامن بھی شاھی نمائندہ خود بنا ہے، لہٰذا کفالہ بالمال قرآن مجید کی رو سے درست ثابت ہوا۔

کفالہ بالمال از روئے حدیث:

احادیث مبارکہ میں بھی کفالہ بالمال کا جواز موجود ہے، درج ذیل روایات اس کی دلیل ہیں:

☆ حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی پر خود جنازہ پڑھ لو کیونکہ اس کے ذمہ قرض ہے، حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کیا، قرض میرے ذمہ ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا ادا کرو گے؟ عرض کیا میں ادا کروں گا۔ تب آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی[59]۔

☆ حضرت جابرؓ سے ایک اور روایت یوں آئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو

فتوحات عطا فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہر مومن کا اس کی جان سے بھی بڑھ کر متولی ہوں، لہٰذا جو قرض چھوڑ جائے وہ قرض مجھ پر ہوا اور جو مال چھوڑ جائے، وہ ورثاء کیلئے ہوا۔[60] اس حدیث پاک کی رو سے آپ ﷺ کے ضامن بننے سے کفالہ بالمال صحیح ثابت ہوئی۔

کفالہ بالمال میں مذاہب فقہاءؒ:

ابن رشد کہتے ہیں کہ کفالہ بالمال سنت سے ثابت ہے، صدرِ اول سے اس پر اجماع رہا ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ ایک گروہ سے منقول ہے کہ یہ عدت سے مشابہت رکھتا ہے اور لازم نہیں ہے۔ یہ قول شاذ ہے۔ جمہور فقہاء نے جس حدیث پاک سے اس سیاق میں استدلال کیا ہے۔ وہ یہ ہے: الزعیم غارم "کفیل تاوان ادا کرے گا"[61]۔ قدوریؒ لکھتے ہیں کہ "مال کی کفالت کہ جس مال کا کسی کو کفیل بنایا جارہا ہے وہ معلوم ہو یا مجہول، کفالہ بالمال بہر حال جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مال دین صحیح ہو، مثلاً کفیل بننے والا یوں کہے کہ میں اس کی طرف سے ایک ہزار درہم کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، یا کہے کہ تیرا جو مال اس کے ذمہ ہے، میں اس کا ذمہ دار ہوں، یا کہے کہ جو کچھ تجھے اس بیع میں حاصل ہو سکتا ہے میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور مکفول یعنی جس کیلئے کوئی کفیل بنایا گیا ہے، اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اصل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے طلب کرلے[62]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی طرح ہے کہ کفالہ بالمال جائز ہے۔ خواجہ مال معلوم ہو یا مجہول، خواہ مکفول عنہ کے حکم سے ہو یا نہ ہو اور طالب مختار ہو گا کہ چاہے اصل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے[63]۔ یہی قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور قول جدید یہ ہے کہ اگر مکفول بہ مجہول ہو تو کفالہ جائز نہیں ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں کی طرف سے اس مال کا کفیل ہوں، جو تیرا اس پر واجب ہے۔ یا کہے کہ میں اس چیز کا کفیل ہوں، جو تجھے اس بیع میں لاحق ہو۔

احناف کی دلیل یہ آیت ہے ولمن جآء به حمل بعير وانا به زعيم یہاں مال مکفول بہ غلہ سے لدا اونٹ ہے لیکن اونٹ طاقتور ہو تو زیادہ غلہ لادا جائیگا اور کمزور ہو تو کم، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا غلہ مقدار کے اعتبار سے مجہول ہے لہٰذا اس کے باوجود یہ آیت احناف کی دلیل ہو گی[64]۔

دوسری دلیل حدیث الزعيم غارم، كفيل ضامن ہے- یہ حدیث عام ہے، اس میں مکفول بہ نہ معلوم ہے نہ مجہول۔ لہٰذا کفالہ دونوں صورتوں میں جائز ہو جائیگا[65]۔ مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ضمانت (کفالہ) کی دو قسمیں ہیں، کفالہ بالنفس اور کفالہ بالمال۔ قرآن مجید میں ضمانت و کفالت کا واضح تصور ملتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے بھی دونوں طرح کی ضمانت طلب کی اور اسے قبول بھی فرمایا ہے اور تعامل صحابہ کرامؓ سے بھی

دونوں قسم کی ضمانت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ فقہاء کرامؒ بھی کفالہ نفسی اور کفالہ مال کے جواز پر متفق ہیں۔ لہٰذا اس رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں دونوں قسم کی کفالت سے فائدہ اٹھانا چاہئے تاکہ زندگی میں آسانیاں پیدا ہوں۔ یہی دین کا مقصد ہے۔ کوئی بھی ملزم یا مجرم اگر عدالت میں سرنڈر کرتا ہے تو اسے ضمانت کا حق ملنا چاہیے۔

قانون (شریعت) نے ایک طرف تو سزا کو برائے زجر و تادیب قرار دیا ہے اور دوسری جانب مجرم کی شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے سزا پر اس کے حالات کے اثر کو تسلیم کیا ہے اور عدالت پر لازم کر دیا ہے کہ وہ خطرناک اور سادہ جرائم دونوں میں سزا کے اجراء کے وقت ان دونوں اصولوں کو مد نظر رکھے۔ شریعتِ اسلامیہ نے معاشرے پر اثر انداز ہونے والے خطرناک جرائم میں مجرم کی شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا ہے جبکہ دونوں اصولوں میں تضاد ہے کیونکہ زجر و تادیب کا تقاضا تو یہی ہے کہ سزا میں سختی ہو اور مجرم کی شخصیت کو مد نظر رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ سزا میں تخفیف ہو اور عدالت اس تضاد کو دور کرنے پر قادر نہیں ہے، البتہ وہ ان دونوں اصولوں میں ممکنہ حد تک تطبیق کرتی ہے اور اس میں وہ ہمیشہ مجرم کی جانب مائل ہوتی ہے کیونکہ مجرم عدالت کے سامنے اپنے پیکر مجسم کے ساتھ موجود ہے اور وہ عدالت سے رحم کی اپیل کر رہا ہے۔ نرمی کا طالب ہے جبکہ معاشرے کا مفاد عدالت کے سامنے اس زور اور قوت سے موجود نہیں ہے، لہٰذا عدالت معاشرے کے مفاد کو اس قدر ملحوظ نہیں رکھتی، جس قدر وہ مجرم کے مفاد کو ملحوظ رکھتی ہے[66]۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے بھی اپنی رائے کا اظہار درج ذیل سطور میں کیا ہے: اسلامی شریعت میں جرم کی سنگینی کی کمی بیشی معیارِ ضمانت نہیں ہے، بلکہ اس شخص کا کردار ہے جو ضمانت کا طالب ہے، کونسل کی رائے میں شریعت کے تحت الزام بجائے خود اس امر کا موجب نہیں ہوتا کہ جرم کو قابل ضمانت یا ناقابل ضمانت قرار دیا جائے بلکہ ملزم اور دیگر پیش آمدہ حالات (Attending Circumstances) کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا"[67]۔ ان سطور میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ملزم کی شخصیت و کردار اور اس کے رویے کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے کسی حد تک ضمانت کی سہولت دی جاسکتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے اس کی اصلاح ہو جائے کیونکہ عقوبات کا مقصد انسانیت کو درسِ عبرت دینا ہے اور اصلاح کرنا ہے نہ کہ محض سزا اور تشدد۔ اگر کسی شریف النفس انسان سے غیر ارادی طور پر کوئی جرم سرزد ہو جائے اور پھر احساس ندامت اس پر طاری ہو جائے تو اسے سخت سے سخت سزا دینے کی بجائے تخفیف و سہولت سے کام لینا چاہئے، اسی نقطۂ نظر کی حمایت اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سطور بالا میں کی ہے۔ جس سے اس موقف کو تقویت ملتی ہے۔ نیب کے ساتھ تعاون نہ کرنے والے کو ضمانت سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن اگر کوئی تعاون کر رہا ہے تو اسے ضمانت کا حق ابتدا سے ہی ملنا چاہیے۔ ملزم کی طرف سے اگر ریکارڈ

میں ٹمپرنگ کا ثبوت ملتا ہے تو ایسے ملزم کو دہری سزا دی جائے۔ ایسے ملزم کا پاسپورٹ ضبط کرکے نام ECL(ایگزٹ کنٹرول لسٹ)میں ڈال دے۔

(C) اگر عوامی عہدے کے حامل یا کسی بھی دوسرے شخص کے خلاف کسی جرم کی تحقیقات مکمل کرنے کے بعد، چیئرمین نیب مطمئن ہے کہ اس کے خلاف کوئی بھی پہلا کیس سامنے نہیں آتا ہے اور کیس بند ہو سکتا ہے تو چیئرمین نیب معاملہ کی منظوری کے لیے عدالت کو بھیجے گا کیس بند کرنے کے لیے ملزم کی رہائی کے لیے اگر حراست میں ہے۔

دفعہ 10: بدعنوانی اور بدعنوانی کی کوشش بارے سزا:

(a) عوامی عہدے کے حامل یا کوئی اور فرد جو بدعنوانی اور بدعنوانی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے (سخت) قید کی سزا ہو سکتی ہے جس کی مدت سال تک ہو سکتی ہے۔اور جرمانہ 14 سال تک ہو سکتا ہے(اور جرمانہ کے ساتھ) اور ایسے ہی (عوامی عہدے دار یا شخص رکھنے والے جیسے) کے اثاثوں اور (نجی وسائل) کی اپنی معلوم آمدن کو غیر متناسب پایا گیا ہے یا جو بدعنوانی اور بدعنوانی کے ذریعے حاصل کردہ رقم سے حاصل کیے گئے چاہے اس کے نام پر ہوں یا اس کے کسی بھی انحصار یا بے نامی دار کے نام پر، مناسب حکومت یا متعلقہ محکمہ، بینک یا مالیاتی ادارہ جیسا ہی معامہ ہو ضبط کیا جائے گا۔

(b) اس آرڈیننس کے نظام الاوقات میں بیان کرنہ جرائم اس میں مخصوص انداز میں قابل سزا ہوں گے۔

(C) وفاقی حکومت، سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعے، نظام الاقات میں ترمیم کرسکتی ہے تاکہ اس میں داخلے کو شامل کیا جاسکے یا اس میں داخلے کو ترمیم یا خارج کر دیا جاسکے۔

اسلامی تعلیمات:

جرائم پر سزا اس لیے دی جاتی ہے کہ جرائم کی روک تھام کی جائے۔ سزا کا تصور کرکے بعض لوگ اپنے مجرمانہ ارادے تبدیل کر لیتے ہیں۔اگرچہ لوگوں کو مجرم کے جرم سے صدمہ ہوتا ہے تو انہیں سزا کی وجہ سے قلبی سکون بھی ملتا ہے۔ جرم کو مجازی معنی میں حد بمعنی سزا کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں حدود، شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں کو کہا جاتا ہے جبکہ تعزیر ریاست کی طرف سے ہوتی ہیں۔اسلامی تعلیمات سے ہمیں مجرم کے جرم ثابت ہونے کے بعد جیل اور جرمانے کا تصور ملتا ہے جیسے قاضی شریح نے کفالۃ کے مقدمہ میں اپنے بیٹے کو جیل بھیج دیا[68]

نتائج بحث:

1۔گزشتہ اوراق میں راقم نے پاکستان میں نافذ قومی احتساب آرڈیننس (National Accountability Ordinance) کا شرعی اصولوں کی روشنی میں دفعہ وار اور شق وار جائزہ لیا ہے

2۔ اس کا اصل مقصد صرف یہی ہے کہ ایک ایسا قانون جو قرآن و سنتِ رسول ﷺ اور اسلامی فقہ کے احکام و تعلیمات پر مشتمل ہو، ہمارے موجودہ معاشرے کے حالات کے مطابق ہو اور فوری عدل وانصاف فراہم کرنے کے عمل میں معاون اور مددگار ہو۔

3۔راقم کو جس جگہ تفصیلی دلائل کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں قدرے تفصیل سے بحث کی ہے تاکہ نفس مسئلہ واضح ہو جائے اور اسلام کا نکتۂ نظر بھی اچھی طرح بیان ہو جائے۔

4۔ جہاں تک حوالہ جاتی مواد کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں راقم کی یہ کوشش رہی ہے کہ بنیادی ماخذ سے ہی براہ راست استفادہ کیا جائے اس کے لیے جدید الیکٹرانک میڈیا، ای میل، واٹس ایپ کے ذریعے pdf میں کتب تفسیر، فقہ، حدیث، احادیث کی شروحات، شرعی سیاسیات اور قضا جیسی کتب سے استفادہ کیا۔

5۔ کسی عدالت کا جج جو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے خدمات تقرری تین سال کی مدت کے لیے ہو گی تو اس معاملے میں اسلامی تعلیمات واضح ہیں کہ کسی جج کی تقرری مخصوص مدت کے لیے کی جا سکتی ہے۔

6۔دفعہ نمبر 6 میں چیئرمین نیب کے تقرر کے حوالے سے شرائط کا ذکر ہے اس سلسلے میں اسلام نے میرٹ پر تعین کا کہا ہے۔ اسلام نے نااہل افراد کے انتخاب کی مذمت کی ہے اور اس سلسلے میں قواعد وضوابط کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔

7۔دفعہ نمبر 7 میں نائب کے تقرر کا ذکر کیا گیا ہے کہ کسی بھی ادارے کے سربراہ کا تقرر خلیفہ یا سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہے۔ عذر یا غیر حاضری کی صورت میں وہی نائب بنانے کی اجازت دینے کا مجاز ہے، پس اگر وہ اجازت دیدے نائب بنانا جائز ہے، یا اجازت صراحتاً نہ ہو، بلکہ عمومی طور پر ہو پھر بھی نائب مقرر کیا جا سکتا ہے لہٰذا نائب مقرر کرنے کے جواز کی یہی ایک صورت ہے لیکن اگر خلیفہ یا امیر مملکت نائب مقرر کرنے سے روک دے تو پھر کسی بھی صورت نائب نہیں بنایا جا سکتا۔ اختیار حاصل نہیں رہے گا۔

حواشی

[1]http://nab.gov.pk/home/introduction.ap/12,06,2020/08:35 PM

[2] کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، البدائع الصنائع، ج:۷، ص:۳۰۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ

[3] الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج:۴، ص:۸۰۱۔۸۰۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ط، دوم

[4] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب النھی عن الشفاعۃ فی الحدود، رقم الحدیث:۱۶۸۸

[5] ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، المعارف، ج:1، ص:188، الھئیۃ المصریہ العالمیہ للکتاب، القاہرہ، طبعہ الثانیہ، 1413ھ

[6] شبلی نعمانی، الفاروق، عبداللہ اکیڈمی، لاہور، س۔ن، ص:202

[7]شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن ج3، ص227،

[8] ابن جوزیؒ، عبدالرحمن بن علی، تاریخ عمر بن خطابؓ، مترجم اُردو: شاہ حسن عطاء، نفیس اکیڈمی کراچی، 1404ھ، ص193-194

[9] ابن اثیر: الکامل فی التاریخ، ج2، ص456

[10] یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، مرکز انتشارات علمی ایران، س ن، ج2، ص240

[11]ابن منظور: لسان العرب، ج12، ص91

[12] ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ج1، ص322

[13] عبدالعزیز عامر، ڈاکٹر: التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی، القاہرہ، طبعۃ الثالثۃ، 1377ھ، ج2، ص113

[14] عبدالقادر عودہ: التشریع الجنائی الاسلامی: ج1، ص81

[15] ایضا

[16] ماوردی: الاحکام السطانیۃ: ص140

[17]حاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دارالباز للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمہ، 1404ھ، رقم الحدیث:7023

[18] خصاف، احمد بن عمر، ابو بکر، ادب القاضی، مطبعۃ الارشاد بغداد، طبعۃ اولیٰ، 1397ھ، ج3، ص157

[19] کاسانیؒ: بدائع الصنائع: ج7، ص53

[20] یوسف تاؤلی: اشرف الھدایہ: ج9، ص302

[21]ابن رشد، بدایۃ المجتھد: ج4، ص243

[22] الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن: ادب القاضی، مطبعۃ الارشاد، بغداد، 1391ھ، ج1، ص137-138

[23] ابن منظور، محمد ابن مکرم، جمال الدین، لسان العرب، ج11، ص734

[24] محمد غزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، مطبعۃ العامرۃ الشریفہ، مصر، 1326ھ، ج4، ص259،

[25] کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج6، ص20

[26] القرآن: الانعام6:102

[27] القرآن:الانعام6:107

[28] القرآن:النساء4:171

[29] القرآن:الاسراء17:68

[30] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التہجد، رقم الحدیث:1069

[31] عینی، بدر الدین، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، دار الفکر بیروت، 1326ھ، ج7، ص224

[32] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب سکنی الشام، المکتبۃ العصریہ، صیدا، بیروت، س ن، رقم الحدیث2483

[33] القرآن:البقرۃ2:191

[34] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم ظلم المسلم، رقم الحدیث:2564

[35] القرآن:النساء4:58

[36] النووی، یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین، کتاب المامورات، باب فی النصیحۃ، موسسۃ الرسالۃ بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 1419ھ، رقم الحدیث:181،

[37] القرآن:البقرۃ2:88

[38] القرآن:البقرۃ2:42

[39] القرآن:المومنون23:51

[40] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، رقم الحدیث:102

[41] بخاری: الجامع الصحیح، الادب المفرد، باب ماذکر فی المکر والخدیعۃ، رقم الحدیث:418

[42] طبرانی، سلیمان بن احمد ایوب، المعجم الاوسط، مرویات من اسمہ مسعود، رقم الحدیث:8610، دار الحرمین قاھرہ، س ن

[43] ابوداؤد: السنن، باب من القضاء، رقم الحدیث:3635، المکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت، س ن

[44] مرتضیٰ زبیدی، سید: تاج العروس شرح القاموس، دار الھدایۃ، ج32، ص312-313، س ن

[45] سید احمد دہلویؒ: فرہنگِ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، راحت مارکیٹ اُردو بازار لاہور، ط: سوم، ج3، ص236، س ن

[46] القرآن: آل عمران3:37

[47] القرآن:یوسف12:72

[48] القرآن:النحل16:91

[49] کاسانی: بدائع الصنائع: ج5، ص600

[50] زیلعی، عثمان بن علی: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج4، ص147، س ن

[51] بیہقی، احمد بن حسین، ابوبکر: السنن الکبری، کتاب الضمان، باب ماجاء فی الکفالۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبعۃ الثالثۃ، 1424ھ، رقم الحدیث: 11414،

52 زیلعی: تبیین الحقائق:ج4،ص147

53 ظفر عثمانی:اعلاء السنن:ابواب الکفالۃ،باب الکفالۃ بالنفس،رقم الحدیث:4833

54 ابن حجر عسقلانی،احمد بن علی:فتح الباری شرح صحیح البخاری،دار المعروفۃ بیروت1379ھ،ج:4،ص:470

55 زیلعی: تبیین الحقائق:ج4،ص147

56 بیہقی:السنن الکبریٰ،کتاب الضمان،باب ماجاء فی الکفالۃ،رقم الحدیث:11418

57 یوسف تاؤلی:اشرف الھدایہ:ج9،ص131

58 القرآن:یوسف12:72

59 البیہقی:السنن الکبریٰ،کتاب الضمان،باب الضمان علی المیت،رقم الحدیث:11404

60 ابن حنبل،احمد:المسند،مسند سلمہ بن اکوعؓ،موسسۃ الرسالۃ،بیروت،طبعۃ الاولیٰ،1421ھ،رقم الحدیث:2100

61 ابن رشد:بدایۃ المجتھد:ج4،ص79

62 قدوری،احمد بن محمد:المختصر للقدوری،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،ص48،س ن

63 لجنۃ علماء برئاسۃ،نظام الدین البلخی:الفتاویٰ الھندیہ،دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیۃ،1310ھ،ج3،ص259

64 یوسف تاؤلی:اشرف الھدایہ:ج9،ص156

65 ایضا

66 عبد القادر عودہ:التشریع الجنائی الاسلامی،ج1،ص611،دار الکتاب العربی،بیروت،س ن

67 رپورٹ جائزہ مجموعہ ضابطہ فوجداری(1898ء/1316ھ): ملاحظات / مجوزہ ترامیم،ص25،اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان اسلام آباد،1421ھ/2000ء

68 مجاہد الاسلام قاسمی،اسلامی عدالت،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،کراچی،1993ء،ص35